لطائفِ اشرفی

حصّہ سوئم

ملفوظات

محبوبِ یزدانی حضرت سیّد اشرف جہانگیر سمنانیؒ

مُترجم

پروفیسر ایس۔ایم لطیف اللہ

نذرانۂ عقیدت

ہاشم رضا اشرفی

اَلَآ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَاھُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ

سُنو! بلا شبہ اللہ کے اولیاء کو نہ کوئی ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

لطائفِ اشرفی

حصّہ سوئم

ملفوظات

امام العارفین زبدۃ الصالحین غوث العالم محبوب یزدانی

مخدوم حضرت میر اوحد الدّین سُلطان سیّد اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ

جامع ملفوظات

حضرت نظام یمنی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

پروفیسر ایس۔ ایم لطیف اللہ

مدیر و ناشر

نذر اشرف شیخ محمد ہاشم رضا اشرفی

سابق ایگزیکٹو ڈائریکٹر مسلم کمرشل بینک لمیٹڈ پاکستان

خلیفہ مجاز مخدوم المشائخ حضرت سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی رحؒ

سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارِ کلاں کچھوچھہ شریف انڈیا

لطائفِ اشرفی

حصّہ سوئم

مدیر وناشر نذر اشرف شیخ محمد ہاشم رضا اشرفی

بارِ اوّل ـــــــ جون ۲۰۰۲ء

تعداد ـــــــ پانچ سو

کمپوزنگ ـــــــ اقبال احمد

طابع ـــــــ ادکھائی پرنٹنگ پریس۔ کراچی

قیمت

کتاب ملنے کا پتہ انور ہاشم۔ اشرفی انٹرپرائزز

ڈی ۱۰۸ بلاک ۵ فیڈرل بی ایریا۔ کراچی ۷۵۹۵۰ پاکستان

[redacted]

لطیفہ ۵۵

چند کرامات کا بیان جو حضرت قدوۃ الکبراؒ سے بعض لوگوں کی نسبت ظاہر ہوئیں

وہ روشن اور واضح کرامات، جو حضرت قدوۃ الکبراؒ سے صادر ہوئی ہیں وہ اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کو سمیٹنا اور بیان کرنا، خامہ دوزبان کے بس کی بات نہیں ہے۔ رباعی: [۱]

انفاس زا کیاتِ تو آں حدندیدہ اند
کزخامہ شرحِ او بدہد طبع پختہ را
درہائے بحررا کہ تو اند شمار کرد
از جوہری باسخن آر اے سختہ را

(آپ کے پاک انفاس اس قدر محدود نہیں ہیں کہ پختہ طبیعت لوگوں کے لیے قلم ان کی تشریح کردے (یہ ایک سمندر ہے) سمندر کے موتیوں کو کون شمار کرسکتا ہے سوائے اس جوہری کے جو سخن آرا اور سخن سنج ہو۔)

تاہم ادائے شکر اور برکت کے خیال سے بعض واقعات جو مناسبِ حال ہیں، ان کا ذکر حضرت قدوۃ الکبراؒ کی کرامات کے ضمن میں کیا جاتا ہے۔

پہلی کرامت قصبہ چانڈی پور بڈہر میں شیخ زاہد کی ولایت کا سلب ہونا

ایک مرتبہ حضرتؒ قصبہ چانڈی پور بڈہر میں جمعے کی نماز ادا کرنے تشریف لے گئے اس قصبے میں شیخ زاہد جو زاہدانہ

---

[۱] یہ رباعی نہیں، قطعہ ہے۔ دوسرے یہ کہ سہو کتابت کے باعث دوسرا اور چوتھا مصرع وزن سے گرگیا ہے۔ مطبوعہ نسخے میں یہ اشعار اس طرح نقل کیے گئے ہیں، ص ۲۷۳۔

انفاس زاکیات تو آں حد ندیدہ اند
کزخامہ شرح اور بدہد طبع پختہ
درہائے بحرا کہ تو اندشار کرد
از جوہری باسخن آرای سختہ

دوسرے اور چوتھے مصرعے میں غالباً پختہ اور سختہ کے بعد "را" تحریر نہیں کیا گیا۔ مترجم نے اس قیاسی تصحیح کے مطابق قطعہ تحریر کر کے ترجمہ کیا ہے۔

خوبیوں اور عابدانہ وصفوں سے آراستہ و پیراستہ تھے رہتے تھے۔ ان کے بارے میں یہ بات مشہور تھی کہ وہ کسی کسی رات اپنے حجرے سے غائب ہوجاتے ہیں۔ جب اچھی طرح تفتیش کی گئی تو پتہ چلا کہ شیخ قصبے کے ساتھ بہنے والے دریائے سر پر مصلی بچھا کر نماز ادا کرتے ہیں، اس بناء پر اس علاقے کے بعض لوگ ان کے معتقد ہیں۔ ایک دن حضرتِ ایشاںؒ شیخ زاہد سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ جب حضرت قدوۃ الکبراؒ نے شیخ کو دریائے سر میں نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا، آپ پر رحمت ہو کہ اللہ کے راستے میں عرفان اور آراستگی حاصل کی اور جیسا کہ بزرگوں کی شفقت و رحمت کا طریقہ ہے، دستِ مبارک شیخ زاہد کی پیٹھ پر رکھا۔ شیخ نے بھی چوں کہ بڑے بزرگوں میں سے تھے، اپنا ہاتھ اہل عالم کے پشت پناہ پر رکھا۔ قطعہ

پناہ و پشت جہانی ترا سزد کہ اگر
فرازِ پشتِ جہاں دستِ رحمت اندازی
چہ حد پشت دوتائی کہ دربرابر تو
کند خیالِ سر افرازی و طنّازی[1]

(آپ پناہِ عالم ہیں، آپ کو یہ بات بجتی ہے کہ اپنا دستِ رحمت پشتِ عالم پر رکھیں۔ آپ کے مقابلے میں اس کبڑے کی کیا حیثیت ہے جو اپنے دل میں سرافرازی کا خیال لائے اور ناز کرے)

اس امرِ صریح کے باعث حضرت ایشاں میں تغیر پیدا ہوا اور فرمایا، حیرت ہے کہ ہندوستان کے لوگ اس قدر گستاخ ہیں کہ تھوڑی سی یافت پر ایسے ہوجاتے ہیں کہ گم نامی کے دائرے میں چلے جاتے ہیں۔[2] تھوڑی ہی مدت میں وہ زاہد غائب ہوگئے۔ لوگوں کو پتہ تک نہ چلا کہ کیا ہوا اور کہاں گئے یہاں تک کہ کسی کو ان کی قبر کا بھی علم نہیں۔ آپ کی زبانِ مبارک سے نکلا تھا کہ تمہاری قبر پر گدھے چریں گے، (چنانچہ) سننے میں یہی آیا ہے کہ اکثر گدھے اور گائیں جو غائب ہوجاتے ہیں وہ شیخ زاہد کی قبر پر مل جاتے ہیں۔ آپ کی زبانِ مبارک سے یہ بھی نکلا تھا کہ یہ قصبہ کبھی آباد ہوگا کبھی اجڑے گا چنانچہ تفتیش پر قصبے مذکور کا یہی حال معلوم ہوا۔

دوسری کرامت- نظام آباد کے قریب گاؤں میں مسلمانوں کی دولت ہنود کو بخشنا

نظام آباد کے قریب ایک گاؤں ہے جس میں ہندو اور مسلمان دونوں فرقے کے لوگ رہتے ہیں۔ اتفاق سے اصحاب کا وہاں گزر ہوا۔ چونکہ اسلامی نسبت درمیان تھی اس لیے آپ نے مسلمانوں کی مسجد میں قیام کیا۔ یہ گاؤں بہت چھوٹا تھا اور

---

[1] یہ مصرع وزن سے گرگیا ہے۔

[2] مطبوعہ نسخہ ص ۳۷۳ ''عجب مردم ہند گستاخند و باندک مایہ زبان مزاح دست بجاے رسانیدکہ پاے بدامن گم نامی خواہد کشید'' یہ عبارت واضح نہیں ہے۔ مترجم نے اپنی سمجھ کے مطابق ترجمہ کیا ہے ممکن ہے درست نہ ہو۔)

اس میں بازار بھی نہ تھا۔ (ادھر) مسلمانوں نے بے ہمتی اختیار کی (چنانچہ تمام) شہ باز رات کو اسی طرح بھوکے رہے۔ جب دن نکلا تو دوسرے فرقے کے کافروں میں سے جو سنیاسی لوگ تھے ایک شخص کو معلوم ہوا کہ رات کو درویش فاقے سے رہے۔ وہ سنیاسی قدوۃ الکبرا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بہت ہی عاجزی اور انکسار کا اظہار کیا اور عرض کیا کہ اگر درویش تھوڑی دیر درگاہ میں قیام کریں تو ہم تھوڑا بہت کھانے کا انتظار کرتے ہیں۔ چونکہ بہت ہی زیادہ خواہش کا اظہار کیا تھا اس لیے قبول فرمالیا۔ وہ لوگ چلے گئے اور صرف ایک گائے جس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی لے کر آئے اور نذر کی۔ اصحاب نے اسے ذبح کیا اور بڑی کوششوں سے دو تین من آٹا فراہم کیا۔ کھانا پکانے کی ضروریات پوری کیں اور باورچی کے حوالے کر دیں۔ باورچی نے کھانا تیار کیا۔ حضرتؒ نے وہ کھانا مقررہ دستور کے مطابق اصحاب میں تقسیم کر دیا۔ جس کے نصیب میں جتنا کھانا تھا اسے مل گیا۔ کھانا کھانے کے بعد وہ ہندو حاضرِ خدمت ہوا اور جوتیاں اتارنے کی جگہ بیٹھ گیا۔ حضرتؒ نے فرمایا، ہم نے اس فرقے کی دولت تمہیں عطا کی۔ تمہارے سات بیٹے پیدا ہوں گے۔ پھر آپ نے اسے توجہ دی چند متبرک انفاس کی بدولت شانِ ظہور سے پیوست ہو گیا۔ اس گاؤں کے مسلمان متفرق ہو کر بکھر گئے۔

تیسری کرامت۔ شیخ نصیر الدین کے تغافل کے سبب جون پور کے قریب موضع سرس کا جلنا

ایک مرتبہ حضرت ایشاںؒ کا گزر جون پور سے، اللہ اس کی آبادی کو محفوظ رکھے، موضع سرس میں ہوا۔ اس موضع میں شیخ نصیر الدین سرسی رہتے تھے۔ صاحبِ کمالات و مقامات تھے۔ موضع کے لوگ شیخ کی نسبت اچھا عقیدہ رکھتے تھے۔ جب حضرت ایشاںؒ تشریف لائے تو شیخ کو خانقاہ سے باہر آنے میں تھوڑی سی چوک ہو گئی جو حضرتؒ کے لیے باعث ملال ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ اس گاؤں میں ایسے شیخ رہتے ہیں، حیرت ہے کہ گاؤں میں آگ نہیں لگتی۔ جس مکان میں آپ نے یہ بات فرمائی تھی آپ اس مکان اور گاؤں سے باہر نکل آئے۔ آپ کا وہاں سے نکلنا تھا کہ گاؤں کے مکانات میں آگ لگ گئی۔ تمام گاؤں جل گیا۔ شیخ حضرت قدوۃ الکبراؒ کے عقب میں دوڑے۔ تقریباً ایک کوس کا فاصلہ طے کیا اور حضرتؒ کو بہت عاجزی کر کے واپس لے گئے۔ گاؤں سے باہر دو تین مکان جو جلنے سے بچ گئے تھے وہاں لے گئے اور ٹھہرایا۔ پھر شیخ نصیر الدین کھانا پکانے کا سامان فراہم کرنے میں لگ گئے۔ تھوڑا بہت سامان جو مل سکا فراہم کیا اور کھانا تیار کیا۔ جب حضرتؒ نے تناول فرمایا تو آپ کی پیشانی مبارک سے آثارِ وفا نمایاں ہوئے اس وقت شیخ نے آپ سے (اپنی غفلت کی) معذرت کی۔ فرمایا کہ یہ امر اتفاقاً واقع ہوا۔ اب تم یہاں قیام نہ کرو بلکہ گاؤں کے پہلو میں ایک جگہ دکھائی کہ یہاں قیام کریں۔

چوتھی کرامت۔ دریائے ٹونس کے کنارے قصبے کا ویران ہونا

ان ہی میں ایک واقعہ یہ ہے کہ دریائے ٹونس کے کنارے ایک چھوٹا سا قصبہ تھا جو بہت خوب آباد تھا۔ کہہ سکتے ہیں کہ اپنی عمارتوں اور رونق کے سبب بے مثل تھا۔ اتفاق سے حضرت ایشاںؒ کا گزر وہاں ہوا۔ آپ نے بازار میں نزول فرمایا۔

اصحاب گوشے اور اطراف میں قضائے حاجت کے لیے چلے گئے۔ وہاں آپ کے کسی مرید کی علاقے کے مقدم سے تکرار ہوگئی اور جھگڑا یہاں تک بڑھا کہ ان کے منہ سے خون نکل آیا۔ جب آپ کی نظر مبارک اس خون پر پڑی تو آپ نے وجہ دریافت کی۔ آپ کی خدمت میں بیان واقعی عرض کر دیا گیا۔ آپ نے فرمایا، سبحان اللہ! جس مقام پر فقیر کے منہ سے خون نکلا ہو، حیرت ہے کہ وہ آباد رہے۔ تھوڑی دیر بعد ہی جو فرمایا تھا ظہور میں آ گیا۔

پانچویں کرامت - بمقام کالپی

جس زمانے میں حضرت قدوۃ الکبراؒ دکھن کے سفر پر تھے تو کالپی میں قیام کیا۔ یہ جگہ آپ کے اصحاب کو پسند آئی۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر کچھ عرصہ یہاں قیام فرمائیں تو دل کی آسودگی اور جسمانی توانائی کا سبب ہوگا۔ آپ چند روز کالپی میں بسر فرمائیے۔ (یہاں) آپ کے منتخب اور مقرب اصحاب میں سے ایک صاحب کے دماغ میں رعونت پیدا ہوگئی اور اُن سے ایک فعل ایسا سرزد ہوا جو طریقت کی تباہی کا موجب ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا، مقام حیرت ہے کہ اس علاقے کی آب و ہوا اس طرح کی ہو کہ ایسا مخلص مرید ایسے مذموم فعل میں ملوث ہو جائے جو باعث تباہی ہو۔ اس کے بعد چند مبارک کلمات فرمائے کہ یہ ایسا علاقہ ہے کہ جو شخص بادشاہ کی طرف سے یہاں سردار مقرر کیا جائے گا وہ بادشاہ سے سرکشی کرے گا۔

چھٹی کرامت - صوبہ گجرات کے قصبے دمرق میں حضرت قدوۃ الکبراؒ کے غضب کے باعث آگ لگنا

اسی سفرِ دکھن کے دوران آپ نے صوبہ گجرات کے قصبے دمرق میں نزول فرمایا۔ یہ مقام رہنے کے لائق اور دلکش تھا، چنانچہ چند روز یہاں مقیم رہے۔ قصبے کے کسی شخص نے حضرت قدوۃ الکبراؒ کے بارے میں نامناسب بات کہی۔ جب یہ بات آپ کے سمع مبارک میں آئی تو فرمایا، حیرت ہے جس جگہ اس قسم کے لوگ رہتے ہوں وہاں ہر ماہ آگ نہ لگے۔ آپ یہ کلمات فرما ہی رہے تھے کہ آگ بھڑک اٹھی اور سارے قصبے کو جلا ڈالا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہاں ہر ماہ آگ لگ جاتی تھی۔ جب وہاں کے لوگوں نے یہ آفت دیکھی تو لکڑی اور پتھر سے اپنے مکان تعمیر کیے۔ قطعہ:

نہ آتش اینست کزوے خام پختہ است
کہ آتش در زبان پاک باشد

(آگ وہ نہیں ہے جس سے خام چیزیں پک جاتی ہیں، آگ وہ ہے جو پاک زبان میں ہوتی ہے)

کہ ایں آتش خس و خاشاک سوزد
وزاں آتش ہمہ افلاک سوزد

(یہ آگ خس و خاشاک کو جلاتی ہے لیکن اس آگ سے تمام افلاک جل جاتے ہیں)

ساتویں کرامت- آپ کا قصبہ کو بدکلی میں پہنچنا اور آپ کے حکم سے دریا کا اپنی طغیانی سے باز رہنا

اسی سفر میں آپ نے قصبہ کو بدکلی میں قیام فرمایا۔ وہاں ہر سال ایسا سیلاب آتا تھا کہ لوگوں کی فصلیں تباہ و برباد ہوجاتی تھیں اتفاق سے اس سال (دریا کی) طغیانی زیادہ ہوئی۔ گاؤں کے مسلمانوں کی ایک جماعت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ (سیلاب کی وجہ سے) لوگوں کا بے حد نقصان ہوجاتا ہے۔ فرمایا کہ کتنی زمین پر فصلیں ہوں گی۔ عرض کیا کہ ہزار جریب یا زیادہ پر فصلیں ہوں گی۔ آپ نے کاغذ کا ٹکڑا طلب فرمایا اور لکھا:

''اے دریا تجھے اللہ کے بندے اشرف سمنانی کی طرف سے معلوم ہو کہ اگر تیرا سیلاب حق تعالیٰ کے حکم سے ہے تو تجھے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم نے جو حد مقرر فرما دی ہے تو اس سے تجاوز نہ کرے۔''

خادم آپ کا حکم نامہ لایا اور دریا میں ڈال دیا اور اس کی حد مقرر کردی، چنانچہ دریا اللہ کے حکم سے تجاوز کردہ مقام سے واپس ہوا اور مقررہ حد و مقام سے پھر آگے نہ بڑھا۔ رباعی: [1]

زہے دریاے در معرفت حق
کہ او را بحر لا ساحل بگویند
ایماے گر کند بر بحرو دریا
رود دریا بجاے خود کہ پویند

(معرفتِ حق میں بہنے والا دریا کیا خوب ہے کہ اسے بحرِ بے کنار کہتے ہیں)
(اگر وہ دریا اور سمندر کو اشارہ کرے تو دریا اپنی روانی کی جگہ چلا جائے گا)

آٹھویں کرامت [2] پیر بیگ کے لشکر میں گھاس کاٹنے کو کعبے میں پہنچانا اور عرفہ سے آواز آنا

بردبیگ کا لشکر اپنے مالک کی کسی مہم پر گیا ہوا تھا، جب بردبیگ کی نسبت اطلاع دی تو قبول فرمایا۔ بصد آرزو مالک کی مہم سرانجام دی اور وہ مکان پر واپس آیا۔ ایک بوڑھے شخص نے جس نے گھاس کاٹنے میں زندگی بسر کی تھی، آرزو کی کہ آج عرفے کا دن ہے۔ حاجی صاحبان اپنے کعبہ مقصود تک پہنچ رہے ہوں گے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں بھی اس دولت سے سرفراز ہوتا۔ یہ آرزو جب آپ کے سمع مبارک تک پہنچی تو فرمایا کہ تم کعبے پہنچ جاؤ گے۔ عرض کیا۔

زہے دولت اگر باشد نصیبے

(اگر نصیب ہوجائے تو کیا ہی خوب دولت ہے)

---

[1] یہ رباعی نہیں قطعہ ہے۔ علاوہ ازیں پہلے اور تیسرا مصرع وزن میں بحر میں نہیں ہے۔ مترجم نے لفظی ترجمہ کیا ہے (مطبوعہ نسخہ ص ۳۷۴)۔

[2] حاشیے کی سرخی میں ''پیر بیگ'' نقل کیا گیا ہے اور متن میں کہیں ''بردبیگ'' اور کہیں ''بردبیگ'' تحریر ہے۔ مترجم نے حاشیے کی سرخی میں پیر بیگ اور متن میں بردبیگ تحریر کیا ہے۔

فرمایا، ادھر آؤ، بوڑھا آگے بڑھا۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ کیا کہ جاؤ۔ بس یہ فرمانا تھا کہ اس بوڑھے نے اپنے آپ کو کعبے شریف میں پایا۔ مناسک ادا کیے اور تین دن وہاں رہا، پھر اس کے دل میں خیال آیا کہ اب کون مجھے وطن پہنچائے گا۔ اس خیال کے آتے ہی اس نے حضرت ایشاں کو کھڑا ہوا دیکھا۔ اس نے قدم بوسی کی آپ نے فرمایا جاؤ۔ سر اٹھایا تو اس نے خود کو اپنے گھر میں پایا۔ سبحان اللہ کیا تصرف ہے؟ فی الحقیقت قطعہ: [1]

زہے روئے کہ ہمچو صبح دم یافت
اگر حکمے کند چوں صبح دم یافت
بسرعت تیز روچوں صبح دم یافت
کہ از مشرب بدم در صبح دم یافت

(کیا خوب چہرہ ہے جو صبح کے وقت کی مانند ہے۔ اگر حکم کرے تو صبح کے وقت کی مانند پائے۔ سرعت میں تیز رو مانندِ صبح دم پایا کہ مشرب سے دم کے ساتھ صبح دم پایا)

نویں کرامت۔ احمد آباد میں پتھر کی تصویر میں جان ڈالنا اور گل خنی کے حوالے کرنا

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے احمد آباد میں نزول فرمایا۔ آپ کے اصحاب تفریح کرنے کے لیے ایک طرف چلے گئے۔ ایک باغ میں ان کا گزر ہوا جو شہر کے حسینوں سے معمور تھا۔ اس مجمع میں ایک فقیر بھی تھا جو نگار خانۂ چین کی تصویر کے مانند حسین و جمیل تھا۔ باوجود اس حقیقت کے کہ خود صاحب حسن و جمال تھا، مجمعے میں موجود حسینوں کے خرمن حسن سے خوشہ چینی کر رہا تھا۔ سب نے کہا کہ وہ حسن میں بے مثال ہے ایک شخص نے کہا کہ بہار خانۂ چین میں ایک تصویر پتھر سے تراشی گئی ہے کہ کوئی تصویر اس تصویر سے فی الحقیقت کوئی نسبت نہیں رکھتی۔ مولانا گل خنی جو اس جماعت میں شامل تھے فی الفور اٹھے اور بت خانے کی جانب چلے۔ جب وہاں پہنچے تو ایک بت ان کی نظر میں کھپ گیا اور وہ ہزار جان سے اس کے گرویدہ ہو گئے۔ ہر چند لوگوں نے انہیں سمجھایا بجھایا لیکن ان کی گرویدگی زیادہ ہی ہوتی گئی۔ مصرع:

کہ عشق آتش است اے پسر پند باد

(اے بیٹے عشق ایسی آگ ہے جو نصیحت سے زیادہ بھڑکتی ہے۔)

ایک عرصہ اسی حال میں گزر گیا۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے اسے طلب فرمایا۔ لوگوں نے ان کی کیفیت بیان کی۔ فرمایا ہم خود جائیں گے اور دیکھیں گے کہ کس حال میں ہیں۔ جب تشریف لائے تو بہت سے لوگ اور اعزا ساتھ تھے۔ آپ کی نظر مبارک جب ان پر پڑی تو ایسے حال میں پایا کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کی ایسی حالت نہ کرے۔ ان کا حال دیکھ کر آپ پر

[1] اس قطعے کے اشعار مترجم کی فہم میں نہیں آئے۔ مصرعوں کے لفظوں سے جو مطلب نکلتا ہے اسے ترجمے کے متن میں تحریر کر دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم، اصل متن میں یہ قطعہ ص ۳۷۴ کی آخر سطر اور ص ۳۷۵ کی پہلی سطر میں ملاحظہ فرمائیں۔

رقت طاری ہوگئی، فرمایا کیا ہی اچھا ہوتا کہ اس پتھر کی تصویر کو جو ہر روحانیت حاصل ہوتا۔ بس آپ کا یہ فرمانا تھا کہ اس بت میں جان آ گئی۔ مجمعے میں ایک شور برپا ہوگیا کہ سبحان اللہ کیا عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ کرنا بلکہ اس سے بھی بہتر، قطعہ:

مسیح دم کہ برآمد بسیرگاہ جہاں
بدید صورت رنگیں کہ جاں بنود دراں
دمید روح بہ دم در دراں تنِ سنگیں
شدہ بصورت روحانیاں و گشت رواں

(جب وہ عیسیٰ نفس سیرگاہ جہاں میں آیا تو ایک بے جان رنگین تصویر دیکھی۔ اس کے دم سے اس پتھر کے جسم میں روح دوڑنے لگی۔ وہ جان داروں کی مانند ہوگئی اور چلنے لگی)

دسویں کرامت- امیر خسرو کے بیٹے کو جو کند ذہن تھا، آن واحد میں بے مثل شاعر بنا دینا

حضرت خواجہ امیر خسروؒ، قابل و فاضل شعرائے کاملین و متقدمین کا خلاصہ تھے۔ ان کے ایک فرزند تھے جن کی طبیعت اپنے والد پر تھی۔ انہیں احمد خلیل کہتے تھے۔ ان کا ایک فرزند تھا۔ والد نے ہر چند کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئے اور بیٹے کی طبیعت شعر گوئی کی طرف مائل نہ ہوئی۔ ایک مرتبہ حضرت ایشاںؒ کا گزر وہاں ہوا۔ امیر خسروؒ کے فرزند آپ کو اپنے مکان پر لے آئے اور ضیافت کا سامان فراہم کیا۔ شہر کے دوسرے بزرگ بھی اس ضیافت میں آئے تھے- انہوں نے اپنے بیٹے کو آپ کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا کہ یہ لڑکا بے حد کند طبیعت واقع ہوا ہے۔ ہر چند ہم نے کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوسکے۔ اب درویشوں کے اثر نظر کا امیدوار ہے حضرت ایشاںؒ کو یہ بات عجیب معلوم ہوئی۔ کچھ وقت اچھی کیفیت میں رہے، جب اس کیفیت کا اثر آپ کے مبارک چہرے اور پیشانی پر نمایاں ہوا تو فرمایا، کون کہتا ہے کہ یہ لڑکا کند طبیعت ہے یہ تو باپ سے زیادہ اچھا نظر آتا ہے۔ یہ جملہ زبان سے نکلتے ہی لڑکے کو عقل و ہوش مل گئے اور وہ باتیں کرنے لگا، چنانچہ اہل مجلس نے محسوس کیا کہ اس لڑکے کی باتیں بخلاف ماضی دوسری کیفیت ظاہر کر رہی ہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جب شعر گوئی تمہاری میراث ہے تو تم شعر کیوں نہیں کہتے۔ اسی وقت یہ شعر اس کی زبان پر آئے، قطعہ:

آفریں بر خلیق طبع کزو
گوہر انگیز وجو ہر افشانیم
اثر تربیت بود کزوے
ہم سخن گوے وہم سخن دانیم

(اس خلیق طبیعت پر آفریں ہے جس کے باعث ہم موتی اچھالتے اور جو ہر بکھیرتے ہیں۔ یہ (آپ کی) تربیت کا اثر

(اے اشرف! اگر تم ایسی بقا کے طلب گار ہو جو جاوید کش بقا ہے تو فنا الفنا کے شعور سے گزر جاؤ)

اس مقام پر اس کے حال کی زبان اس ترانے سے مترنم ہوتی ہے کہ کُلُّ شَئیُٔ هَالِکٌ اِلَّاوَجْهَهٗ۔ [1] (ترجمہ: اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے)۔ بیت: [2]

ہر کہ آمد بہ بحر توحید ش

یافت دُرِّ خوش آبِ تفریدش

(جو طالب حق تعالیٰ کی توحید کے (بے کراں) سمندر پر آیا اس نے اس کی فردیت کا آب دار موتی حاصل کرلیا)

برد بر حضرتِ وجوب نثار

(پھر اس خوش آب موتی کو حضرت واجب الوجود پر نثار کردیا)

لیس فی الدار غیره الدیّار

لم یبق الا الله الواحد القهار

(گھر میں سوائے آبا کنندہ کے کوئی نہیں ہے بلکہ یکتا حق تعالیٰ قہار کے سوا کوئی باقی نہیں رہتا)

وهذا هو المقام الحضرة الاکمليه المسماة بمقام او ادنیٰ و لکل وزينة نصيب من القاب قوسين یعنی یہ مقام حضرت اکملیّہ کا مقام ہے، اس کا نام ''مقام اَوادنیٰ'' ہے اور ہر کامل کو مقامِ قاب قوسین سے حصہ ملتا ہے اس مرتبے کے حصول کی دوسری علامت یہ ہے۔ کہ تیری طرف سے بھلائی مکمل مانی جاتی ہے اور ظاہری اور باطنی حواس میں جو باہمی مغایرت و منافرت ہوتی ہے ختم ہوجاتی ہے۔ **بحيث يعمل کل قوة عمل غير هاوهذا هو المقصود من الحقيقه و الفطرة لاغير** (اس طور سے کہ ہر قوت اپنے سے غیر (قوت) کا کام انجام دیتی ہے یہی حقیقت پیدائش کا مقصود ہے)۔

سیّد علی قلندر نے کہا، یہ بات کہ ایک قوت دوسری قوتوں کا عمل سرانجام دیتی ہے اس کا معائنہ ہونا چاہیے (یہ بات سن کر) حضرت قدوۃ الکبراؒ کے بشرے میں تغیر پیدا ہوا اور آثارِ غضب نمایاں ہوئے، فرمایا، لو دیکھو یہ میرا ہاتھ ہے، اس کی ایک حس ہے (لیکنؔ) اس میں دوسرے حواس کے احکام شامل ہیں۔ ایک طباق جو رقیق غذا سے پر تھا، کھانے کے لیے لائے تھے۔ آپ نے اپنا دستِ مبارک اس برتن میں ڈالا، پلک جھپکتے ہی وہ شوربا ختم ہوگیا۔ بچا ہوا شوربا جو دیگ میں تھا اسے بھی طباق میں ڈال دیا۔ تمام کا تمام شوربا (ہاتھ نے) کھالیا۔ اسی طرح آپ کے دستِ مبارک سے سامعہ، شامہ اور باصرہ (کے حواس) ظاہر ہوئے۔ بے شک وشبہ آپ اپنے دست مبارک کو جو حکم دیتے سرانجام پاتا۔

اس قدر معائنے اور مشاہدے کے باوجود قلندر نے کہا ہر چند کہ جو کچھ مشاہدے میں آیا ایسا ہی ہے لیکن یہ خطاب بے

---

[1] پارہ ۲۰، سورہ القصص، آیت ۸۸۔

[2] یہاں دو مصرعوں کے بجائے تین مصرے نقل کیے گئے ہیں، مترجم نے اصل متن کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔

ادبی سے خالی نہیں ہے۔ یہ بات سنتے ہی (آپ کے) دستِ مبارک نے بلند آواز سے کہا۔

''اے نامرد! خطاب جہانگیری کی نسبت کیا کہتا ہے اور جہانگیر کیا ہوتا ہے، بلکہ میں خود جہانگیر ہوں''۔ ابھی یہ بات آپ کی زبان دست سے پوری طرح نکلی نہ تھی کہ اس کی روح نے قالب کے آشیانے سے پرواز کر کے بدنصیبی کے صحرا میں اڑنا شروع کر دیا، ابیات:

زہے شہباز ذکر لا ابالی
کہ می پرّد میانِ لایزالی

(سبحان اللہ! لا ابالی ذکر کا شہباز خوب ہے جو ہمیشگی کے میدان میں اڑتا ہے)

چو عنقا گر بگوید بہر پرواز
جہاں رابر زند تا قاف رآواز

(اگر عنقا کی مانند پرواز کے لیے کہے (ارادہ کرے) قاف تک آواز سے درہم برہم کر دے)

چو گردد گوے چوگاں باز دردست
بیند از وچوگو بالاش از پست

(اگر چوگان کی گیند کی مانند پھر ہاتھ میں آجائے تو اسے پستی سے بلندی پر اچھال دے)

بعضے بزرگ جیسے حضرت کبیر، قاضی رفیع الدین، شیخ رکن الدین شہباز، شیخ اصیل الدین سفید باز اور شیخ جمیل الدین جرہ باز اور اس طرح دوسرے حضرات وہاں موجود تھے۔ ہر ایک نے یہ انوکھا امر اور عجیب معاملہ دیکھا تو حیرت سے اپنی انگلیاں منہ میں دبالیں اور اپنی زبانیں حضرتؒ کی ثنا میں کھولیں اور ہر ایک نے اپنے سر آپ کے قدموں میں رکھ دیے۔ مجلس سے ایک شور برپا ہوا کہ ایسی کرامت کسی عارف واثق سے کبھی نہیں دیکھی گئی بلکہ سنی بھی نہیں گئی۔

سیّد علی قلندر کے اصحاب ان کی تجہیز اور تکفین میں مصروف رہے۔ جب اس ماجرے کو دو تین دن گزر گئے تو قلندروں کے سرحلقہ حضرت شیخ کبیر اور سیّد حاجی عبدالرزاق نور العین کو لے کر حضرت قدوۃ الکبراؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فاتحہ کی درخواست کی کہ ایمان خیریت سے رہے۔ چونکہ یہ عزیز درمیان میں تھے ان کے پاس خاطر کی غرض سے آپ نے فاتحہ پڑھی اور جو سوال کیا تھا اس کا بھرم رکھا۔

اسی تقریب سے فرماتے تھے کہ شیخ تاج العارفین ابوالوفا قدس سرہ، کے زمانے میں اولیائے منازلہ [1] میں سے دس

---

[1] اولیائے منازلہ اور منازلاتِ غیب کا مفہوم معلوم کرنے کے لیے مترجم نے اپنی سی ہر کوشش کی لیکن ''منازلہ'' اور ''منازلات'' کے لفظ کسی لغت میں نہیں ملے۔ شاہ محمد ذوقیؒ نے سبر دلبراں میں اقسامِ ولایت و اولیا کے موضوع پر تفصیل سے لکھا ہے لیکن مذکورہ دونوں اصطلاحیں وہاں بھی نہیں ملیں۔ ملاحظہ فرمائیں صفحات ۱۷۳ اور ۳۱۶۔ مجبوراً مترجم نے دونوں اصطلاحوں کو اسی طرح لکھا ہے جس طرح اصل متن تحریر ہوئی ہیں۔